وحدتِ انسانیت اور نبی کریم ﷺ
ایک خدائی منصوبہ

مولانا محمد اسماعیل آزاد

اللہ رب العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہل کتاب سے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ (۱)

وہ لوگ جو اس رسول نبی امی (ﷺ) کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اس ارشاد ربانی کے عین مطابق تورات اور انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ حیثیت آخری نبی تشریف آوری کے واضح الفاظ میں تذکرے موجود ہیں۔

تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت بنی اسرائیل کو جو وصیت فرمائی اس میں یہ جملے شامل تھے، اور یہ جملے آج تک تورات کا حصہ ہیں۔

> خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا۔ یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہوتا کہ میں مر نہ جاؤں۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ (۲)

اسی طرح انجیل میں حضرت عیسیٰ نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا۔ اور یہ جملے آج تک انجیل یوحنا میں موجود ہیں۔

مگر اب میں اپنے بھیجنے والے کے پاس جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ تو کہاں جاتا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ میں نے یہ باتیں تم سے کہیں تمہارا دل غم سے بھر گیا۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدے مند ہے۔ کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا گناہ کے بارے میں، اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں، اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمہاری سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (۳)

ان بشارات کا واحد نتیجہ یہ ہے کہ سارے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ دنیائے انسانیت کے لئے ایک ہی سلسلہ ہے اور اس سلسلے کے آخری نبی کے بارے میں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء نے بشارات دی ہیں۔ اس طرح یہ واضح طور پر ایک خدائی منصوبہ ہے، کیونکہ بالآخر دنیائے انسانیت کو ایک امت کی شکل اختیار کرنی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے لے کر آج تک اہل کتاب اس بارے میں منقسم رہے۔ یعنی وہ اہل کتاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے، اور وہ اہل کتاب جو آپ پر ایمان نہیں لائے۔ اس طرح ایمان نہ لانے والوں نے اپنے ایمان نہ لانے کی کیا وجوہات اور دلائل بیان کئے، اس پر غور ضروری ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء حزقیل، دانیال، یسعیاہ، یرمیاہ، ہوشیع وغیرہ نے حضرت موسیٰ کی مذکورہ بالا بشارت کے علاوہ یہودیوں کی بدکرداری، منافقت اور بے دینی کی بنا پر ہیکل سلیمانی کی تباہی اور یہودی قبائل کی جلاوطنی کی پیشین گوئی کی اور اس کے بعد اللہ کی طرف سے یہود کی معافی، یروشلم کی واپسی اور ہیکل کی دوبارہ تعمیر کی امید دلائی، اور اسی کے مطابق واقعات رونما ہوئے۔

بائبل میں یرمیاہ کے باب ۳۸ میں بخت نصر کے حملے، شاہ یہوداہ صدقیاہ کی گرفتاری اور اندھا کئے جانے اور یہودیوں کو بہ طور اسیر بابل لے جانے اور یروشلم کے ہیکل کی تباہی اور ویرانی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یرمیاہ کی کتاب کے بعد موجودہ تورات میں یروشلم کی تباہی پر نوحہ ہے۔ جس میں ہیکل سلیمانی کی تباہی اور یہودی قوم کی جلاوطنی کا مرثیہ ہے۔ اس کے بعد یروشلم کی دوبارہ تعمیر کی پیشین گوئی ہے۔ خاص طور پر عذرانبی کی کتاب میں وہ موعودہ ہیرو متعین کردیا گیا جس کے ہاتھوں ہیکل کی دوبارہ تعمیر اور یہود کی دوبارہ واپسی انجام کو پہنچے گی۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے جو خورس کے حق میں کہتا ہوں:

وہ میرا چرواہا ہے اور میری مرضی بالکل پوری کرے گا اور یروشلم کی بابت کہتا ہوں کہ وہ تعمیر کیا جائے گا اور ہیکل کی بابت کہ اس کی بنیاد ڈالی جائے گی۔ (۴)

الیسعیاہ خداوند اپنے ممسوح خورس کے حق میں یوں فرماتا ہے کہ میں نے اس کا داہنا ہاتھ پکڑا کہ امتوں کو اس کے سامنے زیر کروں اور بادشاہوں کے کمرے کھلواؤں۔ اور دروازوں کو اس کے لئے کھول دوں۔ پھاٹک بند نہ کئے جائیں۔ میں تیرے آگے آگے چلوں گا اور ناہموار جگہوں کو ہموار بنادوں گا۔ میں پیتل کے دروازوں کو ٹکڑے ٹکڑے کروں گا اور ہولے کے بینڈوں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اور میں ظلمات کے خزانے اور پوشیدہ حکاموں کے خزانے تجھے دوں گا۔ تاکہ تو جانے کہ میں خداوند اسرائیل کا خدا ہوں جس نے تجھے نام لے کر بلایا ہے۔ میں نے اپنے خادم یعقوب اور اپنے برگزیدہ اسرائیل کی خاطر تجھے نام لے کر بلایا ہے۔ میں نے تجے ایک امت بخشی ہے۔ اگرچہ تو مجھے نہیں جانتا میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں نے تیری کمر باندھی اگرچہ تو نے مجھے نہ پہچانا۔ تاکہ مشرق سے مغرب تک لوگ جان لیں کہ میرے سوا کوئی نہیں۔ میں ہی خداوند ہوں میرے سوا کوئی دوسرا نہیں۔ میں ہی روشنی کا موجد اور تاریکی کا خالق ہوں۔ میں سلامتی کا بانی اور بلا کو پیدا کرنے والا ہوں۔ میں ہی خداوند یہ سب کچھ کرنے والا ہوں۔ (۵)

یہودی تاریخ میں سلطنت اور ہیکل کے لئے صرف داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام ہی ہیرو ہیں اس لئے یروشلم کی بازیابی اور ہیکل کی تعمیر کی پیشین گوئی نے داؤد ہی کی شان کا آنے والا نجات دہندہ قرار دیا۔ اور لفظ داؤد کی وجہ سے اسے بنی اسرائیل کا ایک فرد قرار دیا۔ اور ایرانی عادل بادشاہ خورس کے احسان کو فراموش کر گئے جو طاقت، حکومت اور انصاف میں داؤد کی مانند تھا۔ اور ہیکل بنانے کا حکم دینے اور غیر یہودی اقوام سے تعمیر ہیکل میں مالی مدد کروانے کی وجہ سے سلیمان کی مانند تھا۔ یہودی علماء اس محسن کو بھلا بیٹھے اور صرف داؤد کی مانند کسی یہودی ہیرو کے منتظر رہے۔

دوسری اہم غلطی یہودی علماء نے یہ کی کہ تورات کی کتابوں میں ہیکل اور یروشلم کی پہلی تباہی کے بعد اس کی تعمیر ثانی لکھی ہے اور یہ ہو چکی۔ اس کے بعد ۷۰ عیسوی میں اس تعمیر ثانی کی رومی جنرل ٹائٹس کے ہاتھوں تباہی اور ۱۳۲ عیسوی میں بار خوشیبا کی بغاوت کے بعد کی تباہی اور دوسری اور تیسری بار تباہی کا تذکرہ کسی پیشین گوئی میں نہیں ہے۔ اس لئے Messiah صرف ایک ثابت ہوا جس نے یروشلم کو آباد اور ہیکل کو تعمیر کیا اور وہ خورس شاہ ایران تھا۔

یہ یاد رہے کہ یروشلم کی تباہی تعمیر ثانی اور ہیکل کی دوبارہ تعمیر کی پیشین گوئی حضرت موسیٰ نے نہیں کی۔ یہ بعد میں آنے والے انبیاء یرمیاہ، یسعیاہ، حزقیل وغیرہ نے کی۔ موسیٰ کی پیشین گوئی حضرت موسیٰ کی کتاب استثنا میں موجود ہے، اس پر مزید گفتگو آگے آئے گی۔

تاریخی طور پر اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ آپ کے حواری یوحنا کا مکاشفہ انجیل میں شامل ہے جس میں انہوں نے نئے یروشلم کو آسمان سے اترتے دیکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یروشلم کو نئی زندگی حضرت عمر فاروق کے زمانے میں نصیب ہوئی، جب ہیکل کے تباہ شدہ ڈھیر کو عیسائیوں نے شہر بھر کے لئے کچرہ گاہ بنا دیا تھا۔ حضرت عمر نے ظہر کی نماز گرجے میں اس لئے نہ ادا کی کہ اس کی وجہ سے مسلمان اسے مسجد نہ بنالیں۔ آپ نے ہیکل سلیمانی کے تباہ شدہ کھنڈر کے کچرے کو صاف کروایا اور وہاں نماز پڑھی۔ اس جگہ مسجد عمر بنی اور ولید بن عبدالملک جیسے انجینئر خلیفہ نے جہاں حرم کعبہ اور مسجد نبوی کی تعمیر جدید کی وہیں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی تعمیر کی اور اُس وقت سے آج تک وہاں ایک اللہ کی عبادت ہو رہی ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں نے چونکہ خود یہ مسجد نہیں بنائی اس لئے اُن کے لئے یہ حضرت عیسیٰ کے حواری یوحنا کے مکاشفے میں دکھائی گئی یروشلم کی عمارت ہے جو آسمان سے اُتری۔ یہود و نصاریٰ کو حضرت عمر فاروق کا احسان مند ہونا چاہئے کہ ان کی وجہ سے اہلِ کتاب کو بنا بنایا نیا یروشلم آسمان سے اُترا ہوا ملا۔ اور اب ان کو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی بشارتوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے جو ابتدا میں ہم درج کر چکے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات کی کتاب استثناء میں آخری نبی کی بشارت ہم پہلے درج کر چکے ہیں جس کی رو سے حضرت موسیٰ خود آخری نبی نہیں ہیں بلکہ حضرت موسیٰ کے بعد حضرت عیسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے بعد محمد مصطفیٰ ﷺ کا ظہور ہوا۔ پس حضرت موسیٰ کے بعد آنے والے دو انبیاء حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ان دونوں میں سے حضرت موسیٰ کی بشارت کے الفاظ کس پر صادق آتے ہیں یہ دیکھنا ضروری ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا نے فرمایا تھا کہ ''تمہاری مانند (حضرت موسیٰ کی مانند) ایک نبی برپا کروں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی کی اور صاحبِ اولاد ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ شادی کی اور نہ صاحبِ اولاد ہوئے۔ اس لئے حضرت محمد ﷺ ہی حضرت موسیٰ کی مانند تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے ہجرت کی اور بنی اسرائیل کے ساتھ کنعان میں آباد ہوئے۔ حضرت عیسیٰ نے ہجرت نہیں کی اس لئے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہیں تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے مکے سے ہجرت فرمائی اور مدینے میں آباد ہوئے۔ اس لئے آپ ﷺ حضرت موسیٰ کی مانند تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کفار سے جہاد کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جہاد نہیں کیا اس لئے وہ حضرت موسیٰ کی مانند نہیں تھے۔ حضور ﷺ نے جہاد فرمایا اس لئے آپ حضرت موسیٰ کی مانند تھے۔

حضرت موسیٰ صاحبِ شریعت نبی تھے۔ حضرت عیسیٰ صاحبِ شریعت نبی نہیں تھے بلکہ شریعت موسوی کے تابع تھے اس لئے وہ حضرت موسیٰ کی مانند نہیں تھے۔ نبی کریم ﷺ صاحبِ شریعت نبی تھے اس لئے آپ حضرت موسیٰ کی مانند تھے۔

حضرت موسیٰ نے اپنی مانند نبی آنے کی بشارت دی تو یہ بھی فرمایا کہ اس کے داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہے۔ بہرحال حضرت موسیٰ کے بعد دو نبی آئے اُن میں سے صرف نبی کریم ﷺ حضرت موسیٰ کی مانند تھے۔ حضرت موسیٰ کی زیرِنظر بشارت اور آپ سے قبل اور آپ سے بعد کے انبیاء کی بشارتوں میں یہ بشارت تسلسل اور تواتر کے ساتھ موجود ہے۔

حضرت آدم کی ساتویں پشت میں ہونے والے حنوک نبی نے خداوند کے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے کی بات کی تھی۔ اس کا حوالہ حضرت عیسیٰ کے ساتھی یہودا نے اپنے خط میں دیا اور عجیب بات ہے کہ یہود و نصاریٰ کی کتب میں حنوک نبی کا یہ واحد حوالہ ہے۔ کتابِ پیدائش میں اُن کے حالات محض چند جملوں پر مشتمل ہیں لیکن پچھلی صدی میں ایتھوپیا کے کسی چرچ سے ملنے والی انجیل کے حواشی پر حنوک نبی کی تعلیمات کی تفصیل ملی۔ اور اسے ڈاکٹر چارلس نے انگریزی ترجمے کے ساتھ دو جلدوں میں شائع کردیا۔ اس میں موجود حضرت حنوک کی تعلیمات اور حضرت عیسیٰ کی تعلیمات میں جملوں کے جملے اور پیراگراف کے پیراگراف کی موجودگی سے موجودہ اناجیل کا حنوک نبی کی تعلیمات سے اخذ کرنا ثابت ہوا۔ ہمارے نزدیک چونکہ حنوک بھی اللہ کے نبی تھے اور اخلاقی تعلیمات اسی ایک اللہ کی طرف سے حنوک کو وحی ہوئیں جس کی طرف سے بعد میں حضرت عیسیٰ کو ہوئیں۔ اس لئے الفاظ اور جملوں کی مماثلت سے تو ان دونوں کی تعلیمات کا منبع ایک اللہ کی وحی ثابت ہوتا ہے۔ مغربی محققین ایک اللہ کی طرف سے بھیجے جانے والے انبیاء کے نظریئے پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے بے تحاشا ایک نبی کی امت کو دوسرے نبی کی

تعلیمات سے اخذ کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔

اب حنوک نبی کے ارشادات میں آنے والے خداوند کا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے کا ایک جملہ محفوظ رہا۔ یہی دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے کا جملہ اس برکت میں شامل ہے جو حضرت موسیٰ نے آخری وقت میں اپنی قوم کو دی۔ اور ساتھ ہی اس کے ظہور کا مقام کوہِ فاران حضرت موسیٰ نے متعین کر دیا۔ بے شک جنوبی فلسطین میں فاران کے پہاڑ کا ہونا یہودی علماء بیان کرتے ہیں لیکن فاران کے بیابان میں حاجرہ اور حضرت اسماعیل کی موجودگی وہ بنیاد ہے جس کی بنیاد پر یہ دعویٰ مبنی بر حقائق ٹھہرتا ہے کہ اس سے مراد موجود حجاز کا فاران ہے۔ جس کی سب سے بڑی علامت دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا مکہ فتح کرنا ہے، جو تاریخی شواہد کے ساتھ ثابت ہے، اور اس کے علاوہ کسی خطے میں دس ہزار کا عدد کسی موقع پر سامنے نہیں آتا۔

حضرت موسیٰ کی آخری برکت کا تسلسل تورات کے آخری انبیاء میں سے حبقوق کی کتاب میں موجود ہے فرماتے ہیں۔

> خدا تیماں سے آیا اور قدوس فاران سے سلاح اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔ (۶)

خداوند خدا کا ظہور فاران سے ہونا جس کی نشان دہی حضرت موسیٰ نے فرمائی تھی حبقوق نے اپنے مکاشفے میں مستقبل میں پھیلنے والے اس نور کا مشاہدہ کیا۔ اور دنیا کی تاریخ میں نبی کریم ﷺ وہ واحد رسول ہیں جن کی حیات پاک میں پورا ملک عرب جو مشرقی کرۂ زمین کا وسط ہے، اسلام کے نور سے جگمگا اٹھا۔ یہ کامیابی صرف نبی کریم ﷺ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر گئے۔

بنی نوع انسان میں صرف اور صرف نبی کریم ﷺ نے ایمان والوں کو سارے انبیائے ماسبق پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ یہ دینی بنیادوں پر وحدت انسانی کے قیام کا قدرت کا منصوبہ ہے جس کے بغیر وحدت انسانی ناممکن ہے۔ اس منصوبے پر گفتگو کا حق مسلمان کو ہے۔ جو تمام انبیاء پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام پر گفتگو کر سکتا ہے، ان پر ایمان رکھنے کی وجہ سے اُن انبیاء کی شان میں گستاخی کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ اس کے بالمقابل غیر مسلم جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں، ظاہر ہے وہ یہ احترام باقی نہیں رکھ سکتا۔ اُس کا ایمان نہیں ہے اس لئے اس کا یہ حق بھی نہیں بنتا کہ وہ حضور ﷺ پر گفتگو کرے۔ کیونکہ وہ غیر جانب دار نہیں رہ سکتا۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ (۷)

پہلے سب لوگ ایک ہی گروہ تھے پھر (جب ان میں اختلاف ہوا تو) اللہ نے نبی بھیجے جو خوش خبری دیتے اور ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ سچی کتاب بھی نازل کی تاکہ اللہ اختلافی باتوں میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کردے اور واضح دلائل آجانے کے باوجود اس کتاب میں محض ضد کی وجہ سے انہی لوگوں نے اختلاف کیا جن کو کتاب دی گئی تھی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی اس علم کے آنے کے بعد انہوں نے ایک دوسرے کی دشمنی کی بنا پر ان کتابوں کی تعلیمات میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا اور اس کے نتیجے میں اہل کتاب کے علماء کے آپس کے اختلافی عقائد کی بنا پر الگ الگ گروہ بن جانا اور الگ الگ دینی عقائد و اعمال کو اپنانا اس اختلاف کی واضح علامت ہے۔

زیر نظر مسئلے میں انبیائے ماسبق کی بشارات اور ان کے ظہور کے سلسلے میں ہم دیکھ چکے کہ حضرت حنوک، حضرت موسیٰ، حضرت حبقوق، ان کے بعد یسعیاہ، دانیال، یرمیاہ، حزقیل، ہوشیع وغیرہ انبیاء آئے۔ ان کے بعد حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا۔ اور ان ظہورات کی تاریخی ترتیب پر ہم نے غور کیا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ان بشارات کو یہودیوں نے کیا سمجھا۔ اور ایسا سمجھنے کے لئے انبیاء کی تعلیمات سے ان کے پاس کیا دلائل ہیں۔ اور اوپر مذکور ارشاد الٰہی میں کان الناس امة واحدة جو فرمایا یعنی پوری انسانیت کے ایک امت بننے کے اسلام کے مطالبے کی مخالفت کرنے والے مذاہب کس دلیل پر قائم ہیں۔

وحدت انسانیت کے اس خدائی منصوبے پر اقوام عالم میں بعض نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے اور بعض اپنی دشمنی کی نفسیات میں الجھ کر محروم رہے۔ حالانکہ اللہ رب العالمین نے وحدت انسانیت کے حق میں ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ (۸)

زمین و آسمان کی تخلیق اور انسانوں کے درمیان زبان اور رنگ کے اختلافات یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

رنگ و زبان کے اختلاف کے باوجود انسانوں میں جسمانی، ذہنی، نفسیاتی یا طبعی ساخت میں آپس میں کوئی اختلاف نہیں۔ سب انسانوں میں مل جل کر رہنا، خاندانی نظام اور اپنے جذبات و افکار کے اظہار

میں ہر انسان ایک دوسرے سے مکمل مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے انسایت ہی امتِ واحدہ ہے۔ یہ طبعی اور فطری وحدت ہے اور چودہ سو برس پہلے اس کو قرآنِ کریم نے واضح کیا اور یہی بنیاد ہے جو آج کی ترقی یافتہ دنیا کو صحیح معنیٰ میں ایک Global Village بنا سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اخلاق و روحانیت کا سائنس اور ٹیکنالوجی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ مذہب کا کام ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی آخری نبوت ہی ساری انسانیت کو امتِ واحدہ بناتی ہے، جو اعلیٰ ترین روحانی اور اخلاقی بنیادوں پر قائم ہے۔

انبیائے ماسبق کی بشارات کا ظہور محمد الرسول اللہ ﷺ کی صورت میں پورا ہونا اسی امتِ واحدہ کے قیام کی طرف انسانیت کا پہلا قدم ثابت ہوا۔ اس معاملے میں حضرت موسیٰ سے تورات کی کتاب استثناء کے باب ۱۸ میں یہ بشارت آج تک محفوظ ہے کہ حضرت موسیٰ کی مانند ایک پیغمبر کا ظہور ہوگا۔ اس کی امتیازی شان یہ ہوگی کہ اللہ اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالے گا۔ اسی کی زبان سے اللہ کا کلام اللہ کے بندوں تک پہنچے گا۔ تورات کی اسی کتاب میں حضرت موسیٰ نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کے طور پر یہ برکت دی۔

> خداوند سینا سے آیا۔ شعیر سے ان پر طلوع ہوا اور کوہ فاران پر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہے۔ (۹)

ان تمام الفاظ کا نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک میں پورا ہونا تو ہم دیکھ چکے اب حضرت موسیٰ کی قوم میں سے جن لوگوں نے اب تک نبی کریم ﷺ کو نہیں مانا اور اپنے باہمی اختلافات میں الجھ کر رہ گئے۔ اس کا کھوج لگانا نہایت ضروری ہے۔

یہودیوں کی قومی روایات میں کہا گیا ہے:

> In the twelth century, the isolated Jewish community of that faraway country was not only suffering a new wave of oppression but was being subjected to pressure to convert to the dominant, Moslem faith. Many Jews were confused, some believing that Mohammed was a figure prophesied about in the Bible, and others half believing stories of a Messiah who would soon come to their rescue, destroying their enemies and returning them to palestine. The jews turned to Maimonides for guidance, and he wrote them that they should strive to retain their jewish faith, and if they

could not do so, they should abandon their homes and go elsewhere. He scoffed at the stories that Mohammed was foreseen in the Bible, as "ridiculous" and urged the jewish community to shun false Messiahs, astrology, and superstition, and to hold strong to their ancient faith. (10)

موسیٰ میمون سے جس کو یہودی حضرت موسیٰ کے بعد سب سے بڑی شخصیت مانتے ہیں یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کا معالج تھا۔ یمن کے یہودیوں نے لکھ کر پوچھا کہ مسلمان اُن پر حضرت موسیٰ کی بشارت کے مطابق حضور ﷺ پر ایمان لانے کے لئے دباؤ ڈال رہے ہیں اور کچھ یہودی اس سے متاثر بھی ہیں۔ جواب میں اس نے اس بشارت کے اس مطلب کو رد کیا اور انہیں لکھا کہ آمدِ مسیحا کا جو عقیدہ ہے اسی پر قائم رہا جائے۔

حضرت موسیٰ کے زمانے میں یروشلم فتح نہیں ہوا تھا۔ آپ کے چار سو سال بعد داؤد علیہ السلام نے یروشلم فتح کیا۔ اور سلیمان علیہ السلام نے ہیکل سلیمانی بنایا۔ یہ چار سو سال قائم رہا۔ اس کے بعد بخت نصر نے یروشلم فتح کر کے ہیکل سلیمانی کو ڈھادیا۔ اور یہودیوں کو جلاوطن کر کے بابل لے جا کر بسایا۔ اس تباہی کے بعد انبیائے بنی اسرائیل نے یروشلم دوبارہ فتح ہونے اور ہیکل دوبارہ تعمیر ہونے کی پیشین گوئیاں کیں اور جس شخص کو ان پیشین گوئیوں میں مسیحا (Messiah) یعنی خدا کا انتخاب قرار دیا وہ یہودی نہیں ایران کا بادشاہ خورس تھا جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا۔

موسیٰ میمون یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ لفظ مسیحا حضرت موسیٰ نے نہیں فرمایا۔ تو موسیٰ میمون کو یا کسی یہودی عالم کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ یہودیوں کو حضرت موسیٰ کی بشارت کو سمجھنے سے روکے۔ اسی موسیٰ میمون کی کتاب مشناہ میں عقائد لکھے ہیں۔ اس میں عقیدہ نمبر ۱۲ یوں لکھا ہے۔

I believe with perfect faith in the coming of the Messiah and although he may tarry, inspite of this i will wait daily for his coming. (11)

میں مکمل یقین کے ساتھ ایمان رکھتا ہوں مسیحا کے آنے میں، اگر چہ اس میں دیر بھی ہو، اس کے باوجود میں روزانہ اس کی آمد کا انتظار کروں گا۔

تعجب ہے کہ اسی کتاب میں صفحہ ۲۱ پر موسیٰ میمون نے تورات کی کتاب استثناء کے باب ۱۸ کے حوالے سے زیر بحث پیشین گوئی مکمل شائع کی ہے لیکن اس طرح اس کے پورے ہونے کا تعین نظر انداز کر دیا۔

حضرت موسیٰ کی بشارت صحیح ثابت ہوئی اور نبی کریم ﷺ آخری پیغمبر تشریف لائے لیکن یہودی قوم اور اس کے علماء حضرت موسیٰ کی بشارت کو جھٹلا رہے ہیں۔ ان کے پاس حضرت موسیٰ سے کوئی واضح روایت نہیں ہے۔ اور جو واضح روایت ہے یہودی اس سے اعراض کرتے ہیں۔ یہودیوں کی کتاب تالمود کی روایات تو مسیحا کی آمد کو قرب قیامت کی نشانی قرار دیتی ہیں۔ تو کیا یہ آنے والے پیغمبر قیامت میں تشریف لائیں گے۔

یہودیوں کی طرح عیسائی علماء نے بھی باہمی دشمنی کی بنا پر اپنی روایات کو ایک دوسرے سے الگ کرلیا۔ اور واضح بیان کے بجائے حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی اور خدا کے جلال کے ساتھ ظہور کو اپنا مسلک قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ واضح بشارت جو یوحنا کی انجیل میں ہے وہ تو اسلام کے مخالف عیسائیوں کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی جس کا جواب ان سے بن نہ پڑتا تھا۔ چنانچہ پروٹسٹنٹ فرقے کے بانی مارٹن لوتھر نے تو یہ جسارت کی کہ اس پوری روایت ہی کو یوحنا کی انجیل سے خارج کر کے عہد نامۂ جدید شائع کر دیا۔ لیکن اس کے بعد آنے والے پروٹسٹنٹ پادریوں نے دوبارہ اس روایت کو انجیل میں شامل کر کے شائع کیا جیسا کہ Higging نے اپنی کتاب Appology for Muhammad میں لکھا ہے:

> For example the passage of John named above. This impudant fraud was probably executed by the priest of the Romish Church. Luthar in the Bible published, omitted it and on his death bed is said to have most earnestly requested his followers not to let it be inserted with his name. However, this was disregarded, and in the Bible said in the title page to the work of Luther, it is asserted by the united authority of the Lutherian Church of Germany. (12)

مثال کے طور پر یوحنا کی یہ بشارت والی عبارت اگر فریب سے داخل انجیل کی گئی ہو تو یہ رومن چرچ کے پادریوں کا کام ہوسکتا ہے۔ لوتھر نے جو بائبل شائع کی اس میں سے اس عبارت کو نکال دیا گیا تھا۔ اور اپنے بستر مرگ پر لوتھر نے اپنے پیروکاروں سے بڑی مخلصانہ درخواست کی تھی کہ اس عبارت کو دوبارہ اس انجیل میں شامل نہ کیا جائے۔ بہر حال اس کی اس درخواست پر دھیان نہ دیا گیا اور جرمنی کے لوتھیرین چرچ نے جو بائبل شائع کی اس میں وہ بشارت والی عبارت دوبارہ داخل کردی گئی۔

پروٹسٹنٹ عیسائی فرقے کے بانی مارٹن لوتھر پر ان کے مخالف کیتھولک عیسائی تو یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ اسلام کے خیالات عیسائیت میں داخل کرر ہے ہیں۔ ظاہر ہے نکاحِ بیوگان جیسے اصول اسلام میں تھے عیسائیت میں نہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ لوتھر کا دل محمد ﷺ سے متعلق انجیل یوحنا کی بشارت کو درست مانتا تھا اور اسلام سے بچنے کا محفوظ طریقہ ان کے نزدیک یہ تھا کہ انجیل میں سے اس بشارت محمدی والی عبارت کو خارج کر دیا جائے اور ایسا کر کے انہوں نے اس انجیل میں تحریف کی جس پر وہ ایمان رکھتے تھے۔

اس ذہنیت کا دوسرا اظہار یہ ہے کہ اسلام کے قائم کردہ اصولِ توحید اور انسانی مساوات کی بنیاد پر سماجی تنظیمات کا قیام عمل میں لایا جائے اور اس کے مآخذ کا تذکرہ کئے بغیر اس پر عملدرآمد کیا جائے۔ مغرب ایک عرصے سے اس عمل میں مسلسل مصروف ہے۔

جدید یہودیت اور عیسائیت کے دو بڑے ستون یعنی یہودیوں کے موسیٰ میمون اور عیسائیوں کے مارٹن لوتھر دونوں نے محمد رسول اللہ ﷺ سے متعلق بشارات کو اپنی کتاب سے خارج کرنے یا اس میں تحریف کرنے کی کوشش کی، اور اس کوشش میں ان دونوں کے ہم نوا کوئی پچاس سال سے مصروف ہیں۔ سب سے پہلے ایتھوپیا کے کسی چرچ کی انجیل کے حواشی پر ایتھوپیا کی زبان میں حنوک کی کتاب سامنے آئی۔ ڈاکٹر چارلس نے دو جلدوں میں اسے شائع کیا۔ لیکن یہ واضح نہیں کرسکا کہ انجیل میں موجود حضرت عیسیٰ کے حواری جوڈ کی حضرت حنوک کی بشارت ان ملنے والی کتابوں میں درج ہے کہ نہیں۔ اگر درج نہیں ہے تو انجیل میں اس کی موجودگی پر شبہات ہو سکتے ہیں۔ اور یہی شبہات پیدا کرنا ان مغربی مصنفین کا مقصود ہے کہ حنوک کی اس بشارت سے دنیا کو الگ کرنے کے لئے اس کا تذکرہ سرے سے کیا ہی نہیں۔ اس قسم کی جان چھڑانے کی کوشش موسیٰ میمون نے کی جب اس نے یمن کے یہودیوں کو حضرت موسیٰ کی بشارت پر ایمان نہ لانے کا مشورہ دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبروں پر یہود و نصاریٰ دونوں کا ردعمل ہم ملاحظہ کر چکے اور یہ ردعمل آج تک جاری ہے۔ یعنی اللہ کے دو نبیوں موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے علم پا کر جو کچھ بشارتیں کیں ان کی قوم میں اس کا مسلسل انکار کررہی ہیں، اس طرح گویا وہ یعنی خود ان دو انبیاء کا انکار کررہی ہیں۔ اور یہ کوششیں آج تک جاری ہیں۔ ان میں سے ایک اور کوشش درج ذیل ہے۔ اور یہ وادیٔ قمران سے ملنے والے یہودی فرقے ایسانیز (Essenes) کے آثارِ قدیمہ ہیں جو ۱۹۴۴ء کے بعد دریافت ہوئے۔

یروشلم سے ۲۲ میل دور بحیرۂ مردار کے کنارے پہاڑی وادی قمران میں موجود قدرتی غاروں کا

تذکرہ بائبل میں حضرت داؤد کے سلسلے میں آیا ہے کہ وہ انہی غاروں میں پناہ گزین ہوئے تھے۔اس کے بعد ساؤل کو مار کر وہ بادشاہ بنے تھے۔ یہ کوئی پچاس غار ایسے ہیں کہ ان میں سینکڑوں آدمی رہ سکتے ہیں اور رہتے رہے ہیں۔ یہودیوں کا ایک فرقہ ایسانیزا (Essenes) یہیں اقامت گزین تھا۔ یہ مجرد زندگی گزارتے تھے اور تورات کی نقول تیار کر کے یروشلم سے بابل اور مصر تک پہنچاتے، یہ کتابیں یہودی فرقے کے لوگوں کو فراہم ہوتیں۔ ان کے یہ مخطوطے چمڑے اور جھلیوں میں تحریر شدہ کتابیں اور اوراق ۱۹۴۴ء میں دریافت ہوئے۔ ان کے متعلق ابتدائی معلومات کے فوراً بعد ۱۹۴۸ء میں ان مخطوطوں کے حصول اور مزید دریافت اور ان پر تحقیق کے لئے عیسائی اور یہودی حکومتوں کی ایک عالمی تنظیم بنی۔ اس میں یہودی علماء، حکومت اسرائیل، یروشلم یونیورسٹی، ویٹکن (پوپ کا مرکز) عیسائیت کے تمام بڑے فرقے، اوکسفورڈ یونیورسٹی، حکومتِ برطانیہ، حکومتِ فرانس، حکومتِ امریکہ، حکومتِ جرمنی، حکومتِ سوویت یونین اور حکومتِ اٹلی سب شامل ہوئے۔ اس دریافت سے ہمارا تعلق صرف اتنا ہے کہ ان آثار قدیمہ میں تورات و انجیل میں موجود نبی کریم ﷺ کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں اور یہ سارے ادارے مل کر مارٹن لوتھر کی طرح ان بشارتوں کو اصل مواد سے خارج کر چکے ہیں۔ یورپ کی تمام عیسائی اور یہودی حکومتوں اور اداروں نے کروڑوں ڈالر خرچ کئے اور نتیجے میں ایسانیز کی تحریروں میں جن سے نبی کریم ﷺ آخری نبی ثابت ہوتے ہیں یا تو تحریف کر دی یا ایسی تحریروں کو حذف کر دیا۔ اور ان معلومات کو آج تک شائع نہیں ہونے دیا۔

تحقیقاتی ٹیم میں شامل ایک عیسائی عالم Geza Vermes نے آثار قدیمہ میں ملنے والی تحریروں کے مجموعے کا ترجمہ شائع کیا (The Complete Dead Sea serolls in English) اس کا چوتھا ایڈیشن ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔ یہ مصنف اپنی کتاب کے صفحہ ۵۵۴ پر Book of Nooh کے عنوان سے یہ تسلیم کرتا ہے کہ قمران کے غار نمبر ایک، نمبر چار اور نمبر چھ سے یہ مخطوطات الگ الگ کئی ٹکڑوں کی شکل میں دریافت ہوئے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کتاب کی باقیات معلوم ہوئے۔ ان مجموعوں کے ایک ٹکڑے کی عبارت ہمارے زیر بحث ہے۔ انہی مخطوطوں پر دوسری کتاب The Dead Sea Scrolls تین مصنفوں Michal O. Martin G. Abegg Wise, Jr. اور M. Cook Edward نے مل کر لکھی ہے۔ اور یہ ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں:

> حقیقت میں یہ واضح نہیں ہے کہ اس ٹکڑے کو حضرت نوح کی کتاب سے منسوب کیا جائے۔ اگرچہ کہ اس میں نوح کی پیدائش بھی معجزانہ مانی گئی ہے۔ اب تک کے شائع کئے

گئے سارے مخطوطوں کے اجرا کے بعد یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں جو خیال تھا کہ یہ منتخب کردہ شخصیت ہی وہ Messiah ہو جو ظاہر ہو گا اور اسرار کو فاش کرے گا۔ (۱۳)

یہی درست ہے۔ واضح ہو کہ Geza Vermes اپنی کتاب (The complete Dead Sea Scrolls in English) کے صفحہ نمبر ۵۵۵ پر The Elect of God یعنی اللہ کا انتخاب کردہ حضرت نوح کو قرار دے رہے ہیں۔

ہم اس زیر بحث ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑوں سے الگ اور عیسائی مصنفین کے ترجمے کے الفاظ کو دیکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام انبیاء میں سے کس پر من وعن صادق آتے ہیں۔

1. In his youth ho will be like a man who knows nothing until the time when he knows three books. (14)

وہ اپنی نوجوانی میں ایسا آدمی ہوگا جو کچھ نہ جانتا ہو۔ اس وقت تک جب وہ تینوں کتابوں سے واقف ہو جائے گا۔

حضرت نوح علی السلام سلسلہ نبوت کے پہلے صاحب کتاب نبی ہیں۔ اس وقت تک اللہ کی طرف سے ان پر پہلی کتاب نازل ہوئی تھی۔ لہٰذا ان کے تین کتابوں سے واقف ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نبی کریم ﷺ امیوں میں پیدا ہوئے۔ خود امّی تھے۔ اس کے بعد وحیٔ الٰہی کے ذریعے قرآن کریم تورات اور انجیل سے آپ واقف ہوئے۔

2. And then he will acquire prodence and learn understanding. (15)

اور اس کے بعد وہ حکمت اور سمجھ حاصل کرلے گا۔

وحیٔ الٰہی کے بعد رسول اللہ ﷺ کو حکمت الٰہیہ سے واقفیت حاصل ہوئی۔

3. And with his fathers, brothers will hurt him. (16)

اس کے آباء و برادران اس کو نقصان پہنچائیں گے۔

نبی اکرم ﷺ کے چچا ابولہب اور چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث، ان لوگوں نے آپ کو نقصان پہنچایا۔

4. Councel and prudence will be with him and he will know the secrets of man. His widom will reach all the people and he will know all the secrets of man. (17)

زیرکی اور دانائی اس کے ساتھ ہوگی اور وہ انسان کے تمام بھیدوں سے واقف ہوگا۔ اس کا علم وحکمت تمام لوگوں تک پہنچے گا اور وہ انسان کے تمام بھیدوں سے واقف ہوگا۔

وحیٔ الٰہی کے ذریعے انسانیت کے تمام بھید نبی کریم ﷺ پر آشکارا ہوئے اور آپ کا علم وحکمت تمام انسانون تک پہنچا۔ نوح علیہ السلام تو صرف اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ تمام دنیائے انسانیت کی طرف بھیجے گئے۔ اس لئے آپ کا علم وحکمت ہی تمام انسانوں اور قوموں تک پہنچا۔

5. And all their designs against him will come to nothing and his rule over the living will be great. (18)

اس کے خلاف اس کے مخالفین کے تمام ارادے ناکام ہوں گے۔ اور اس کی حکومت زندہ انسانوں پر عظیم ہوگی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف ان کے مخالفین کے تمام ارادے ناکام نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ سب مخالفین طوفان میں غرق کردیئے گئے۔ نبی کریم ﷺ کے خلاف مخالفین کے تمام ارادے ناکام ہوئے ار ان کی اکثریت اسلام میں داخل ہوئی۔ اور دنیا کی ایک کثیر آبادی پر آپ کے لائے ہوئے دین کی حکومت رہی اور آج تک باقی ہے۔

6. His designs will succeed for he is the Elect of God. His birth and the Breath of his spirit and his designs shall be for ever. (19)

اس کے مقاصد کامیاب ہوں گے کیونکہ وہ خدا کا انتخاب کردہ ہے۔ اس کے مقاصد اور اس کے روحانی اثرات ہمیشہ کے لئے ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا لایا ہوا اسلام، آپ کی زبان سے دنیا کو ملنے والا قرآن کریم یہ دونوں عظیم تحفے ہمیشہ باقی رہیں گے۔

چونکہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی کتاب کے حوالے سے ہے اس لئے ظاہر ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی بشارت محمد ﷺ کے لئے ہے جو صد فی صد پوری ہوئی۔ Elect of God یہی الفاظ عربی میں نبی کریم ﷺ کے نام کا حصہ ہے۔ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ۔ مصطفیٰ اور مجتبیٰ دونوں Elect of God کا عربی ترجمہ ہے۔

جس طرح The Dead See Scrolls کے علماء نے مذکورہ مخطوطے نبی اکرم ﷺ پر چسپاں

ہونے پر غور نہیں کیا اسی طرح ایسانیز کے آثار قدیمہ میں حبقوق کی کتاب کی نقول بھی ملی ہیں ۔ یہودی بائبل میں شامل ایک کتاب حبقوق نبی کی بھی ہے ۔ اس کی عبرانی میں نقول وادیٔ قمران کے مخطوطات میں دریافت ہوئی ہیں ۔ مترجم Geza Vermes نے اس کا انگریزی ترجمہ اپنی کتاب میں شامل کیا ہے ۔ بائبل میں موجود حبقوق کی تین فصلیں ہیں جبکہ قمران کے نسخے میں صرف دو فصلیں ہیں ۔ اس تیسری فصل کے متروک ہونے کی کیا وجہ ہے؟

دراصل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت میں فرمایا: جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہو چکا ۔

خداوند سینا سے آیا ۔ شعیر سے ان پر طلوع ہوا اور فاران سے ان پر جلوہ گر ہوا ۔

حضرت موسیٰ کے مطابق حبقوق نبی نے بھی فاران سے خداوند کے جلوہ گر ہونے کی بات کی ہے اور ظاہر ہے کہ حجاز کا کوہِ فاران جہاں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل رہتے تھے یہ مشہور واقعہ ہے ۔ حضور ﷺ کے متعلق اس بشارت سے جان چھڑانے کا واحد طریقہ علمائے یہود و نصاریٰ کو یہ نظر آیا کہ فاران کا لفظ جہاں ہو اس کا تذکرہ ہی نہ کیا جائے ۔ اب وادیٔ قمران کے یہودی فرقہ ایسانیز تو تورات پر ایمان رکھتے تھے وہ تورات کی کتاب کے کسی لفظ کو بھی منسوخ نہیں کرتے تھے ۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ قمران کے آثار قدیمہ کے ماہرین یہود و نصاریٰ نے اپنی قوم کے اسی غلط اقدام کی پیروی کی اور ملے ہوئے مخطوطے میں سے آخری فصل کو جس میں فاران کا تذکرہ ہے ضائع کر دیا ۔ تا کہ یہ ثابت ہو سکے کہ ایسانیز فاران کے تصور کو تسلیم نہیں کرتے تھے ۔

اسی طرح قمران کے آثار قدیمہ میں حضرت موسیٰ کی کتاب استثناء کی فصل ۱۸ کی نقل تو ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مانند ایک پیغمبر کے ظہور کی واضح بشارت ہے ۔ لیکن فصل ۳۳ جس میں حضرت موسیٰ نے اپنی وفات سے پہلے فرمایا کہ خداوند سینا سے آیا ۔ شعیر سے طلوع ہوا اور فاران سے ان پر جلوہ گر ہوا ۔ خداوند دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا ۔ فاران کا یہ تذکرہ وادیٔ قمران کے ان مخطوطوں میں مفقود ہے ۔ جو اس کا واضح ثبوت ہے کہ ایسانیز تو تورات میں تحریف نہیں کر سکتے تھے اور ان کی نقول میں یہ الفاظ موجود تھے ۔ یہ یہود و نصاریٰ کے ماہرین ہیں جنہوں نے اسے ضائع کر دیا تا کہ اس بشارت پر عمل نہ کرنے کے الزام سے خود کو بچایا جا سکے ۔ یہ ان ماہرین پر ہمارا من گھڑت الزام نہیں بلکہ دو امریکی مصنفین کی تحقیق ہے ۔

وادیٔ قمران کے آثار قدیمہ کے سلسلے میں دو امریکی محققین Michal Baigent اور Richard Leigh نے ایک کتاب لکھی ۔ جس کا نام ہے The Dead Sea Scrolls Deception (وادیٔ

قمران کے آثار قدیمہ میں دھوکہ) اور اس کے صفحہ نمبر ۱۱۱ پر وہ رقم طراز ہیں:

2. In the Epistle of Barnabas, an apcoryphal Christian text mentioned as early as the 2nd century AD, Puech had found a quotation hitherto untraced, attributed to an "unknown prophet"

We are not hiding anything, Puch insisted adamantly. We will publish everything. To our knowledge, however, none of the revelations confided by Puech in conversation has yet appeared in print and there seems no immediate likelihood of their doing so. (20)

برناس کے خط میں جو عیسائی مذہب کی کتاب ہے جس کا تذکرہ دوسری صدی عیسوی میں پایا جاتا ہے پیوک (قمران کے مخطوطات کا ذمہ دار ماہر) نے ایسا حوالا دیا جو اس سے پہلے نہیں دیکھا گیا۔ جس میں ایک نامعلوم پیغمبر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ہم کچھ بھی نہیں چھپائیں گے۔ پیوک نے بڑے تیقن کے ساتھ کہا۔ ہم ہر چیز شائع کریں گے۔ بہر حال ہماری معلومات کے مطابق اب تک یہ حوالہ شائع نہیں کیا گیا ہے اور نہ ایسا ہونے کی توقع ہے۔

زیر حوالہ کتاب ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی اور Geze Vermes کی کتاب کا ۲۰۰۴ء کا ایڈیشن ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس میں برناس کے خط کا وادی قمران کے مخطوطات میں تذکرہ ہی مفقود ہے۔ یعنی برناس کے خط کا یہ مخطوطہ اب ضائع کر دیا گیا ہے۔

اب بحث یہ ہے کہ پیوک کو کس پیغمبر کے نام کی طرف منسوب حوالہ ملا۔ دونوں مصنفین نے اس کو واضح نہیں کیا۔ تاہم اپنی کتاب کے آخری صفحات میں انہوں نے لکھا:

The Dead Sea Scrolls offer a new perspective on the three great religions born in the Middle East... The more one examines those religions, the more on will discern not how much they differ,but how much they overlap and have in common-how much they derive from essentially the same source... through this may be too much to hope

for-that greater understanding of their common roots might help curb the prejudice, the bigotry, the intolerance and fanaticirsm to which fundamentalism is chronically prone. (21)

وادی قمران کے مخطوطے مشرقِ وسطیٰ میں پیدا ہونے والے تین بڑے مذاہب (یہودیت، عیسائیت اور اسلام) کے بارے میں نیا نقطۂ نگاہ پیش کرتے ہیں۔ جتنا زیادہ آدمی ان کے اختلافات کے بجائے اس پر غور کرے گا کہ کہاں تک یہ تینوں مذاہب ایک ہی منبع میں سے نکلے ہیں اگرچہ کہ یہ امید فی الوقت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ تینوں کی مشترکہ جڑوں کو سمجھنے سے ممکن ہے کہ ان کے درمیان موجود بغض وحسد، دشمنی وعدم برداشت کو ختم کرنے میں مدد ملے۔ جو بنیاد پرستی کے مرض کی وجہ سے لازمی ہے۔

اس تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ برناس کے خط کے ذریعے وادیٔ قمران کے آثار قدیمہ میں اسلام کے نبی محمد ﷺ کا نام یا لقب موجود تھا لیکن شائع شدہ مخطوطات اور ترجموں میں اسے شائع نہیں کیا گیا۔ اور اگر برناس کا یہ مخطوطہ قمران کے مخطوطوں میں تھا تو برناس کی انجیل بھی صحیح اور درست ہے۔

ابتدائی صفحات میں ہم لکھ چکے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ نے وضاحت فرمادی کہ حضور ﷺ کی آمد آمد کے بشارات تورات وانجیل میں لکھی ہوئی ہیں۔ تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتاب استثناء کے باب ۱۸ اور باب ۳۳ میں حضور ﷺ کے آنے کی بشارات دیں۔ اسی طرح انجیل یوحنا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہی بات واضح طور پر فرمائی۔ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے انبیاء میں اس اعلان سے ایک باہمی ربط وتسلسل معلوم ہوتا ہے۔ یعنی زمانی ترتیب میں چونکہ نبی کریم ﷺ، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تشریف لائے اس لئے آپ آخری نبی ہیں۔ پھر آپ پر ایمان کے ساتھ سارے انبیائے ماسبق پر ایمان کی لازمی شرط نے اسلام کے ایمان کے دائرے میں تمام انبیائے ماسبق کو لے کر وحدتِ انبیاء کے عقیدے کو وحدتِ انسانیت کا عقیدہ بنادیا ہے۔

برناس کے Epistle یعنی تبلیغی خط کا احوال ہم دیکھ چکے۔ وادیٔ قمران کے آثارِ قدیمہ میں اس کی موجودگی کا مطلب ہی یہ ہے کہ برناس کے وادیٔ قمران کے ایسانیز سے تعلقات تھے دوسرے برناس نے یہ تبلیغی خط آرامی زبان میں لکھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان تھی اس لئے انجیل کے تمام ذخیرے میں سب سے زیادہ مستند یہی تبلیغی خط ثابت ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ برناس کوئی غیر معروف آدمی نہیں ہے۔

انجیل کی کتاب اعمال میں کئی مقامات پر ان کا نام مذکور ہے اور ان کی جماعتی حیثیت تو اس سے ثابت ہے کہ پولوس جو عیسائی ہوگیا تھا لیکن یروشلم کے ہیکل میں رہنے والے حضرت عیسیٰ کے گیارہ حواری اس پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن اسی پولوس کی سفارش جب برناباس نے کی تو حواریوں نے اس کو عیسائی مذہب میں قبول کرلیا۔ اسی لئے بعض قدیم عیسائی تحریروں میں برناباس کو حواری یا رسول کہا گیا ہے۔

ڈاکٹر چارلس فرانس پوٹر (Dr. Charles Franeis Potter) نے اپنی کتاب (The Lost Years Of Jesus Reveald) میں لکھا ہے:

> The "Epistle of Barnabas" was esteemed as canonical in several early churches: Clement of Alexandria quotes it as Scriptire, and Origen terms it a "Catholic Epistle". Most significant of all is its appearance in the fourth century Codex Sinaitius, owr oldest (With the possible exception of Vaticanus) and most complete manuscript of the Bible, both Old and New Testaments, Here it is placed immediately after the book of Rerelation, and is definitely included in the New Testament. (22)

> برناباس کا یہ تبلیغی خط بہت سے گرجوں میں انجیل کے طور پر قابل احترام سمجھا جاتا تھا۔ الگیذنڈریا کے بشپ کلیمنٹ اس کا حوالہ بہ حیثیت دینی کتاب کے دیتے ہیں۔ اور بشپ Oragen اس کو کیتھولک کتاب کہتے ہیں۔ سب سے زیادہ اہم اس کتاب کی چوتھی صدی عیسوی کے مجموعہ عہد نامہ قدیم و جدید میں موجودگی ہے جو ایک چاکر دو Codex Sinaiticus کے بعد سب سے قدیم کتاب اور عہد نامہ قدیم و جدید کا مکمل مجموعہ ہے جہاں اسے ترتیب میں یوحنا کے مکاشفے کے بعد رکھا گیا ہے اس طرح برناباس کا یہ تبلیغی خط یقیناً عہد نامہ قدیم و جدید کا ایک حصہ ہے، اور یہ مجموعہ عہد قدیم و جدید ۱۹۳۳ء میں روس سے خریدا گیا اور آج تک برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔

برناباس کا یہ تبلیغی مکتوب عیسائیوں میں معروف رہا۔ تا آنکہ ۵۱۳ء میں تمیں ماہرین کی کونسل نے بصدارت قسطنطین اعظم شہنشاہِ روم یہ اور اس جیسی سیکڑوں کتابوں کو انجیل سے خارج کردیا۔

غیر مستند اناجیل اور وہ اناجیل جواب ناپید ہوگئی ہیں ان کا مجموعہ کتابی شکل میں شائع ہوگیا ہے، اس

میں برناباس کا مکتوب جو مذکورہ بالا انجیل میں ۲۱ فصلوں پر مشتمل تھا لیکن اس کتاب میں اس کی کل ۱۵ فصلیں شائع ہوئی ہیں۔ مؤلف نے ایک تمہید اصل کتاب سے پہلے شائع کی ہے۔

Barnabas was a companion and fellow preacher with paul. This Epistle lays a greater claim to Canonical authority than most others. It has been cited by Clemens Alexandrinus, Origen, Eusebius and Jerome, and many ancient Fathers. Cotelerieus affirms that Origen and Jerome esteemed it genuine and canonical, but Cotelerius himself did not believe it to be either one or the other, On the contrary, he supposes it was written for the benefit of the Ebonites (The christianized Jews) who were tenacious of rights and ceremonies. Bishop Fell feared to own expressly what he seemed to be persuaded of, that it ought to be treated with the same respect as several of the books of the present canon. Dr. Bernard, Savilion professor at oxford, not only believedit to be genuine but that it was read throughout, in the churches at Alexandria, as the canonical seriptures were. Dodwell supposed it to have been published befoue the Epistle of jude, and the writings of both the johns. Vossius, Dupuis, Dr. Cane, Dr. Mill, Dr. S. Clark, Whiston and Archbishop Wake also esteemed it genuine: Menardus, Archbishop Laud, Spanheim, and others, deemed it apocryphal. (23)

برناباس کا مکتوب بہ نام عوام

برناباس پولس کا ساتھی اور عیسائیت کا مبلغ تھا۔ یہ مکتوب بہت سے دوسرے ایسے ہی مکتوبات کی بہ نسبت قانونی طور پر انجیل کا حصہ ہونے کا زیادہ حق دار ہے۔ الگینڈریا کے بشپ کلیمنٹ اور بگان (م۲۱۰ء) یوسوبئیس (م۳۱۵ء) اور جیروم (م۳۸۲ء) اور بہت سے قدیم پادریوں نے اس کے حوالے دیئے ہیں۔ پروفیسر کورٹیلیر لیس اس مکتوب کی نہ تصدیق کرتا ہے نہ تردید، لیکن یہ اس کی تصدیق کرتا ہے کہ اوریگان اور جیروم اسے انجیل کا حصہ

مانتے تھے۔ اس کے برخلاف وہ یہ فرض کرلیتا ہے کہ یہ مکتوب یہودیوں کے عیسائی مذہب قبول کرنے والوں کے مفاد کے لئے لکھا گیا ہے۔ جو یہودی رسم و رواج، حقوق اور تقاریب کے دل دادہ تھے۔ بشپ فیل وضاحت سے نہیں کہتا کہ یہ کتاب اسی عزت و احترام کی مستحق ہے جیسی انجیل کی دوسری کتابیں ہیں۔ ڈاکٹر برنارڈ، سیویلین، آکسفورڈ کا پروفیسر اور ڈوول اس کو یوحنا کی اور جوڈ کی کتاب سے قبل کی تصنیف بتاتے ہیں۔ وشیئس، ڈوپیس، ڈاکٹر کین، ڈاکٹر بل، ڈاکٹر ایس کلارک، وٹسن اور آرچ بشپ ویک اس کا اصل انجیل کی طرح احترام کرتے ہیں۔ میئر ڈس، آرچ پشپ لاوُڈ، اپنہیم اور دوسرے اسے جعلی اور غیر مستند تصور کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمہید سے یہ بات تو واضح ہے کہ برنباس کی اس کتاب کو انجیل کا حصہ ماننے والے بھی ہیں اور اس کی تردید کرنے والے بھی، اور یہ بھی ثابت ہے کہ ماننے والوں میں دوسری سے چوتھی صدی تک کے بشپ بھی شامل ہیں اور تردید کرنے والے جدید دور کے لوگ ہیں، اور یہ بھی کہ اس کتاب کا چوتھی صدی تک انجیل میں ہونا اور اصلی تسلیم کیا جانا یقینی ثابت ہوتا ہے۔ اختلاف چوتھی صدی عیسوی کے بعد شروع ہوا۔

پروفیسر کوٹیلیرئیس کا یہ نقطۂ نظر کہ یہ کتاب یہودیوں سے عیسائی ہوجانے والوں کے لئے لکھی گئی گویا اس کتاب کی اصلیت کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔ ظاہر ہے کہ برنباس اور پولوس جب ایک دوسرے سے الگ ہوئے اور پولوس نے عیسائیت کو بت پرستوں کے لئے قابل قبول بنایا تو دوسری طرف برنباس اور حضرت عیسیٰ کے حواریوں نے جو سب یہودیوں سے آئے تھے عیسائیت کو تورات کی روشنی میں رواج دیا۔ اور یوں جب پولوس کی تحریک رومی شہنشاہ قسطنطین کے جبر سے عوام پر مسلط کردی گئی تو تورات کے ماننے والے یہودی جو حضرت عیسیٰ پر بھی ایمان لاچکے تھے ان کی اپنی اور حضرت عیسیٰ کی اپنی زبان آرامی میں حواریوں کی ترتیب کردہ انجیل ہونا لازمی تھی اور یہی ہوا بھی، اور اسی بنا پر برنباس کے مکتوب (اور اس سے منسوب انجیل) کا زمانہ تصنیف متعین ہوجاتا ہے، یعنی پہلی صدی عیسوی جس میں برنباس کی وفات ۷۰ عیسوی میں ہوئی۔

برنباس کا تبلیغی مکتوب جس کے ۲۱ میں سے صرف ۱۵ ابواب مذکورۃ الصدر کتاب میں شائع ہوئے ہیں، جس کا حوالہ ماقبل ہی گزرچکا ہے۔ اس کے مطالعے سے تو یہ واضح ہوجاتا ہے کہ برنباس کے مکتوب میں اللہ کی طرف سے آنے والے تمام پیغمبروں کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں

Having this persuasion, and being fully convinced thereof, because that since I have begun to speak unto you, I have had a more than ordinary good success in the way of the law of the Lord in christ. (24)

اپنی تبلیغی کوششوں میں اور اس یقین کے ساتھ کہ جب سے میں نے آپ لوگوں سے گفتگو شروع کی ہے مجھے عیسیٰ علیہ السلام کے خدائی قانون کی رو سے معمول سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

For the lord hath both declared unto us by the prophets these things that are past and opened to us the beginning of those that are to come. (25)

کیونکہ خدا نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہم کو وہ باتیں بتا دی ہیں جو ماضی میں ہوئیں اور آنے والے زمانے کی ابتدا کو ہم پر کھول دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ گزشتہ کے انبیاء ابراہیم، اسحاق، یعقوب، موسیٰ کا تذکرہ برنباس تورات کی طرف کتاب سابقہ (Seripture) کے حوالے سے کرتا ہے۔ حال کا تذکرہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ عینی شاہد اور ساتھی ہے۔ مستقبل کا حال تو حضرت عیسیٰ سے سنی ہوئی آخری نبی کی آمد آمد کا تذکرہ وہ بیان کرتا ہے۔ برنباس کے نکتۂ نگاہ سے اللہ کی طرف سے آنے والے تمام انبیاء کی ایک ہی تحریک اور تعلیم ہے۔

For God has menefested to us by all the Propheto. (26)

اس طرح برنباس ایک طرف حضرت عیسیٰ سے قبل کے ۱۸ انبیاء سے متصل ہے اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ کے بعد آنے والے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دے کر دنیا کو ایک دین یعنی وحدتِ انسانیت کی تبلیغ بھی کرتا ہے۔

اوپر ہم دیکھ چکے ہیں کہ وادیٔ قمران کے ایسانیز کے مخطوطات میں برنباس کا ایک تبلیغی خط آرامی زبان میں ہے اور اس میں برنباس نے ایک نامعلوم پیغمبر کا نام لیا ہے اسی وجہ سے وہ پورا مخطوطہ یا تو چھپا لیا گیا یا ضائع کر دیا گیا۔

برنباس کے متعلق ایک تبلیغی کتابچے کا ذکر تو ہو چکا اور عیسائی قدیم ترین روایات میں اس کتابچے کے ساتھ ساتھ ایک مکمل انجیل کا بھی تذکرہ ہے۔ چنانچہ زیر حوالہ کتاب Apocryphal New Testament میں صفحہ ۲۶۷ پر عیسائیت کی گم نام ہو جانے والی کتابوں کی فہرست درج ہے۔

کے مطالعے کے بعد اس کے مندرجات سے متاثر ہو کر وہ مسلمان ہو گیا۔(۲۹)

برنباس کی انجیل کا آرامی زبان کا ایک نسخہ ۱۹۸۴ء میں ترکی میں دریافت ہوا۔ ترک محقق ڈاکٹر حمزہ بکتاش کہتے ہیں کہ جس قدر متن انہوں نے پڑھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ برنباس کی انجیل کے موجودہ انگریزی اور اطالوی ترجموں کے ساتھ اس آرامی نسخے کا مواد ہم آہنگ ہے۔(۳۰)

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ ایبانیز کے آثار قدیمہ کے دو امریکن محققین نے لکھا ہے کہ اس ذخیرے میں برنباس کا Epistle آرامی زبان میں تھا۔ اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام واضح طور پر تھا۔ ظاہر ہے Epistle اور انجیل میں صرف اختصار اور تفصیل کا فرق ہے ورنہ دونوں تحریروں کا مواد ایک ہی ہے اس لئے اگر برنباباس کا Epistle ایبانیز کے آثار قدیمہ میں آرامی زبان میں موجود ہے تو آرامی زبان میں برنباس کی انجیل کا وجود بھی لازمی ہے۔

یہ ساری تفصیل اللہ رب العالمین کے منصوبے یعنی آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانی وحدت اور مساوات کے قیام کی پوری انسانیت کو دعوت کے لئے ہے اور ایک خدا کے ماننے والے ہر فرد پر اس دعوت کی پیروی لازمی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الاعراف:۱۵۷

۲۔ استثنا:۱۸۔۱۵،۲۰

۳۔ یوحنا:۱۶۔۵،۱۱

۴۔ یرمیاہ باب ۴۴/۴۲

۵۔ یسعیاہ:۴۵۔۱،۷

۶۔ حبقوق:۳۔۳،۴

۷۔ البقرہ:۲۱۳

۸۔ الروم:۲۲

۹۔ استثناء کے باب ۳۳

10. Judaism. pp 199.

11. Page XXXVII Mainides Introduction to his commentary on the Mishnah London

12. Appology for Muhammad: Page 202 by Higging
13. The Dead Sea Scrools: Page No. 539
14. Geza Vermes/The Complete Dead Sea Scrolls in English: Page No. 555

۱۵۔ ایضاً
۱۶۔ ایضاً
۱۷۔ ایضاً
۱۸۔ ایضاً
۱۹۔ ایضاً

20. Michal Baigent/The Dead Sea Scrolls Deception & Ruchard Leigh: Page No. 111
21. Michal Baigent/The Dead Sea Scrolls Deception & Ruchard Leigh: Page No. 340
22. The Lost years of Jesus Revealed, Dr. Chrles Francis Potter, Page 87-88
23. The Apocryphal New Testament, Willam hone, 1820, pp 145
24. Chapter I-4
25. Chapter I-8
26. Chapter II-4
27. Pp 266

۲۸۔ بشیر محمود اختر، برناباس کی انجیل کا تحلیلی جائزہ: ص ۴۳۔ بہ حوالہ Americono Vol: 15, Pp 437

29. George Sale. Translation of Holy Quran, London Federic Warne & Co. To the reader Px) بحوالہ انجیلِ برناباس کا تحلیلی جائزہ۔ بشیر محمود اختر: ص ۴۴

۳۰۔ انجیل برناباس کا تحلیلی جائزہ، بشیر محمد اختر: ص ۵۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السیرۃ النبویۃ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
تحقیقی وتوفیقی مطالعہ: مکی دور
چودھویں قسط

پروفیسر ظفر احمد

۷۔ معجزات

قرآن کریم میں مذکور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر اہل کتاب کے اعتراضات پر بحث سے پہلے ہم انہیں ان کی اپنی کتب کا مطالعہ کرا دیتے ہیں۔ اس سے اس موضوع پر بائبل اور قرآن کریم کے متعلقہ مضامین کا تقابل بھی مقصود ہے۔

اناجیل میں اگرچہ حضرت یسوعؑ کے معجزات کا ذکر ہے لیکن اناجیل اور ملحقہ کتب کے متضاد مضامین نے تقریباً ان سب ہی معجزات کو مشکوک اور مشتبہ بنا کر رکھ دیا ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے مسیحی بھائی قرآن کریم کا سہارا لئے بغیر حضرت یسوعؑ کے معجزات کو بھی ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ اس ضمن میں درج ذیل نکات توجہ طلب ہیں:

۱۔ حضرت یسوعؑ کی ولادتِ مبارکہ معجزانہ طور پر بغیر باپ کے اپنی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہؓ کے بطن سے ہوئی، جیسا کہ متی اور لوقا نے اپنی اناجیل میں اسے تسلیم کیا ہے۔ (۱ر الف)

پس حضرت یسوعؑ کو آلِ داؤدؑ سے ثابت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ متی اور لوقا آپ کا شجرۂ نسب آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ سے حضرت داؤدؑ تک کا بیان کرتے، لیکن ان دونوں نے پرلے درجے کی حماقت کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کا نسب حضرت مریمؑ کے مبینہ شوہر یوسف نجار سے ملا دیا۔ جب وہ آپ کا باپ ہی نہیں تو متی اور لوقا دونوں نے اپنے اس غیر ذمے دارانہ طرز عمل سے خود ہی اپنے اس دعوے کی بھرپور نفی کر ڈالی کہ حضرت یسوعؑ کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی تھی۔ یعنی حضرت یسوعؑ کی معجزانہ ولادت ان اناجیل کے متضاد مضامین کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ (۱ر ب)